سید محمد معاویہ بخاری

ڈاکٹر عبدالقدیر خان......قوم آپ کے ساتھ ہے

۲۲ راگست کو ملنے والی اطلاعات کے مطابق پاکستان کے جوہری پروگرام کے خالق اور پاکستان کو ایٹمی قوت سے ہمکنار کرنے والے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پراسٹیٹ کینسر ہو گیا ہے۔

۹۱۷ دنوں پر مشتمل قید نظر بندی کا نتیجہ اس کے سوا اور نکل ہی کیا سکتا تھا؟ ایک آزاد منش انسان جس نے اپنی خودمختاری و آزادی کے دن بھی حصول مقصد کے لئے قربان کرتے ہوئے قیدیوں کی طرح گزار دیئے تھے اور اہل پاکستان کو اچانک ایٹمی پاکستان بن جانے کی خوشخبری سنا کر فخر انبساط کی بے مثال رفعتوں سے ہمکنار کیا تھا۔ آج وہ حقیقتاً ایک مجرم بنا قید نظر بند کی ساعتیں بتا رہا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے کینسر میں مبتلا ہو جانے کی خبر شائد منظر عام پر پہلی بار آئی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان پر کینسر کا یہ تیسرا حملہ ہے۔ انہیں دماغی کینسر تو اسی دن ہو گیا تھا جب انہیں محسن قوم کی مسند عزت سے اتار کر تمغۂ امتیاز سے محروم کرنے کی نا مسعود کوشش کی گئی اور عالمی مجرم بنا کر ذلت کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ وہ اس تکلیف دہ مرحلۂ تذلیل کو بھی شاید اپنی تحمل مزاجی سے برداشت کر جاتے مگر اگلے مرحلے ان کے لئے اور بھی جگر خراش تھے جن میں عالم اسلام کی پہلی مملکت پاکستان کو ایٹمی قوت فراہم کرنے کی پاداش میں ان سے جبری معافی نامہ ٹی وی پر پڑھوایا گیا۔ خود اپنے ہی خلاف فرد جرم کی تفصیلات پڑھتے ہوئے ایک محبّ وطن اور ملک و قوم سے مخلص انسان کو بخوبی معلوم تھا کہ اس کی برسوں کی خونبار جدوجہد اور انتھک محنت سے کمائی ہوئی نیک نامی Do More کی قربان گاہ پر بطور نذر چڑھائی جا رہی ہے۔ اہالیان پاکستان کو بھی ان لمحوں کا پورا پورا ادراک تھا اور آج بھی ہے کہ ڈاکٹر قدیر خان نے ٹی وی پر آکر جو کچھ کہا تھا اس وقت جبر کے آسیب میں پوری طرح جکڑے ہوئے تھے، ضبط و اختیار کی حدیں تاراج ہوئیں تو دل کی دنیا بھی ویران ہو گئی، جذب و عشق کے ہزاروں چراغ جو شب بے نور میں روشنی کا واحد سہارا تھے ایک ہی ٹیلی فونک جھونکے نے بجھا دیئے تھے، حساس اداروں کی سکیورٹی میں اپنا بیان ریکارڈ کرانے کے بعد ڈاکٹر قدیر خان کے دل میں درد کی جتنی ٹیسیں اٹھی تھیں انہوں نے اپنی مغموم مسکراہٹ تلے دبا لیں تھیں اور تفتیش کے اذیت ناک مرحلوں کے دوران ہی دل کی آماجگاہ میں دکھ کا کینسر ابھر آیا تھا۔ ۹۱۷ دنوں کی پرورش نے اس معنوی کینسر کو پراسٹیٹ کے حقیقی کینسر میں تبدیل کر دیا اور اب تو یہ عالم ہے کہ ؎

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کم و بیش پونے تین برس تک دل و دماغ کی کرب ناک کیفیتوں کو اپنی ذات میں جذب

کرتے رہے اور انہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ مرحلہ ہائے شوق طے کرتے، صعوبتیں جھیلتے کہاں آ پہنچے ہیں۔ چند روز پہلے روز نامہ نوائے وقت میں پاکستانی عوام کی جانب سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے، جس کے مندرجات پڑھتے ہوئے آنکھیں بھیگ گئی ہیں۔ آنسوؤں کی دھند میں اس اشتہار میں کیئے گئے مطالبہ کو پڑھتے ہوئے میں یہی سوچ رہا ہوں کیا ڈاکٹر عبدالقدیر واقعی ایسے ہی سلوک کے مستحق تھے؟ بے حال سوچوں کا رُخ پڑوسی ملک کی مسندِ صدارت کی طرف مڑ جاتا ہے جہاں ایک ایٹمی سائنسدان کو بصد اعزاز ملک کا صدر بنا دیا گیا کہ اس نے بھارت کو ایٹمی صلاحیت دلانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

اخبار میں شائع شدہ اشتہار میں صدر مملکت جنرل پرویز مشرف صاحب کے ایک بیان کا حوالہ دیا گیا ہے جس کے مطابق ۱۹رجون ۲۰۰۵ء کو نیوزی لینڈ کے شہر آکلینڈ میں کسی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر ممکت نے فرمایا تھا ''پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خالق کو اس لئے معافی دی گئی کہ انہوں نے پاکستان کو اس وقت تحفظ بہم پہنچایا تھا جبکہ ملک تقریباً ختم ہونے کے حالات سے دوچار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان پر ایٹمی پھیلاؤ کے الزام کے باوجود وہ اب بھی قومی ہیرو ہیں۔'' (''نوائے وقت'' ۲۴راگست ۲۰۰۶ء)

آج اس سوال پر غور کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان پر ایٹمی پھیلاؤ کے الزامات کس نے عائد کئے اور ان الزامات کے تحت بعد ازاں جو اقدامات کیئے گئے اس کا نقصان کس کو ہوا؟ کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ عالمی طاقتیں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو اپنا پہلا اور آخری ہدف سمجھتی ہیں؟ کیا ہمارے مقتدر رہنما اتنا بھی نہ جان سکے تھے کہ اس کھیل میں شامل ہونے کا انجام بہرحال اپنی ہی شکست پر منتج ہونے والا ہے، الزامات کی یہ عالمی ایف آئی آر ڈاکٹر عبدالقدیر کے خلاف نہیں بلکہ حقیقتاً پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور ڈاکٹر قدیر کی بدولت حاصل کردہ ایٹمی صلاحیت کے خلاف ہے۔ حاملینِ اقتدار بے شک تسلیم نہ کریں لیکن زمینی حقائق ثابت کر رہے ہیں کہ مستقبل قریب میں یہ قضیہ ایران کے ایٹمی پروگرام کے تناظر میں ایک بار پھر سر اٹھانے والا ہے۔ نائن الیون کے واقعہ کے بعد پاکستانی قوم کے لئے کوئی ایک دن بھی امن و راحت کا پیغام لے کر طلوع نہیں ہوا۔ جب ہم فرنٹ لائن سٹیٹ کے ہنڈولے میں بیٹھ کر روشن خیال بلندیوں کا نظارہ کرنے نکلے تھے تب شاید اس تلخ حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا تھا کہ اس خوشنما ہنڈولے نے بہرحال ایک روز پستیوں میں جا اترنا ہے، یہ خوفناک پستیاں بے شک ہمارا مطمحِ نظر کبھی نہ رہی ہوں گی مگر جن منہ زور خواہشوں کی تکمیل کے لئے سفر آغاز ہوا تھا اس کی آخری منزل بہرحال وہ ذلت آمیز پستیاں ہی ہیں جن کے خدوخال اب واپسی کے سفر میں واضح ہوتے جا رہے ہیں۔ ۶۰ برسوں کے دوران ہم نے قومی مفادات کے تحفظ کے عنوان سے ایسے بے شمار غلط فیصلے کیئے جن کے نتائج ہمیں من حیث القوم بھگتنا پڑ رہے ہیں، اقتدار کے ہنڈولے اور اس کے سوار بدلتے رہتے ہیں، آئندہ بھی بدلتے رہیں گے مگر طاقت و اقتدار کی مدہوشی میں جو کچھ کیا جا چکا اور اب بھی کیا جا رہا ہے اس کی ذمہ داری کوئی بھی مقتدر اپنے سر لینے کو تیار نہیں۔

ڈاکٹر عبدالقدیر کو کینسر ہو جانا کوئی اچھنبے کی بات نہیں اور اس لئے نہیں کہ وہ شخص جس کی زندگی کا ہر لمحہ ملک وقوم کی خدمت میں صرف ہوا ہو جس نے ہزاروں راتوں کی نیند اور ہزاروں دنوں کا سکھ چین حتیٰ کہ اپنے گھر بار اور ذاتی مفادات کو محض اس لئے فراموش کر دیا ہو کہ وہ اپنی ذات کو ملک وقوم کے نام منسوب و وقف کر چکا تھا۔ اب کھلی آنکھوں اپنی محنت کی لہلہاتی فصلوں کو جلتے اجڑتے دیکھ رہا ہے...... ڈاکٹر قدیر کو کینسر ہی ہو سکتا تھا۔ اس نے دل دماغ میں کھولتے جذبوں کو صبر وضبط کی زنجیروں سے باندھ تو دیا تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ زنجیر اب زہر بھرے حالات کے محلول میں غرق ہو چکی ہے اور اس کے زہریلے اثرات نے خیمۂ جسم وجاں کے اطراف میں بھی اپنی قیام گاہیں تلاش کر لی ہیں۔ اخباری اشتہار میں شائع شدہ صدر مملکت کے فرمان گزشتہ کو ہی اگر سامنے رکھ لیا جائے تو امید یہی بندھی تھی کہ شاید اعلان معافی کے بعد وہ ایک آزاد اور عام شہری کی طرح اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام بسر کر سکیں گے۔ مگر حکومتی ترجیحات تو امریکی حکام کے ہر ٹیلی فونک رابطے کے بعد تبدیل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ انہی ترجیحات میں کہیں ایک گوشہ لفظی معافی نامہ کے طور پر بھی سامنے آ گیا ہو گا لیکن ڈاکٹر عبدالقدیر آزاد نہ ہو سکے۔ ذرائع ابلاغ کی رپورٹیں گواہ ہیں کہ امریکی حکام نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو مزید تفتیش کیلئے طلب کیا تھا۔ مگر عوامی ردعمل کے پیش نظر ہی اسلام آباد سے جاری ہونیوالے چند اعلیٰ سطحی بیانات میں اس کی تردید کر دی گئی۔ معالجین کہتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالقدیر شدید ذہنی ونفسیاتی دباؤ کی کیفیات سے گزر رہے ہیں، گھر کی چاردیواری میں ۹۱۷ دنوں سے خاموشی اور تنہائی کا عذاب سہنے والا شخص ذہنی دباؤ کا شکار نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا؟ کبھی اس کے دل کی دھڑکنیں غیر متوازن ہوتی ہیں اور کبھی سوچیں منتشر ہو کر فشار خون کا سبب بن جاتی ہیں۔ حکومتی ذرائع اعلیٰ طبی سہولتیں فراہم کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر انہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ آزاد پرندوں کی پروازیں لاکھوں کروڑوں روپے مالیت کے گھر نما پنجروں تک محدود ہو جائیں تو بھی وہ خود کو بے بس قیدی ہی سمجھتے ہیں، خواہ آپ چمکتے اجلے پنجروں میں ان کی من پسند خوراک کھلائیں یا وبائی امراض سے بچانے کی سہولت فراہم کر دیں۔ مگر ہیں تو وہ قیدی، اور آزادی کے خواہشمند۔ ۲۳ راگست کو وزیر اطلاعات جناب محمد علی درانی صاحب اور مسلم لیگ ق کے صدر چوہدری شجاعت صاحب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی خیریت دریافت کرنے ان کی رہائش گاہ پہنچے تھے۔ اس ملاقات کی تصویر ۲۴ راگست کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے مجھے نہیں معلوم اس گھر نما زندان میں ملک وقوم کے محسن سے بالمشافہ ملاقات کرتے ہوئے ان دونوں حضرات نے کیا محسوس کیا ہو گا؟ لیکن میں یہ ضرور محسوس کر سکتا ہوں کہ ڈاکٹر عبدالقدیر احوال پرسی کے اس اعزاز اور انداز دلربائی پر نہ چاہتے ہوئے بھی بہت مسرور ہوئے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر حکومت اپنے زیر نگرانی ہی سہی مگر انہیں اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے کی اجازت دے کر ایک فطری داعیہ کی تکمیل کر دیتی یا اپوزیشن کے سرکردہ افراد کو ہر ۲ یا ۳ ماہ بعد ان سے ملاقات کرنے اور ان کی دلجوئی کا سامان مہیا کرنے کی سہولت بارے سوچ بچار کر سکتی، صحافیوں کو ان

تک رسائی دے کر اصل صورتحال عوام کے سامنے لانے کا بندوبست کیا جاتا تو اس سے خود حکومتی ساکھ بہتر ہوتی اور عوام میں پائی جانیوالی بے چینی کا مداوا بھی ہوسکتا تھا لیکن ایسی کوئی صورت یا تدبیر اس لئے نکلتی نظر نہیں آتی کیونکہ واشنگٹن کی عالی بارگاہ میں اس نوعیت کی کوئی بھی کوشش شرف قبولیت نہیں پاسکتی۔ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی بیماری جس مرحلہ میں بھی ہو انہیں بیرون ملک علاج کے لئے ہرگز نہیں بھیجنا چاہئے کیونکہ ایسا کوئی بھی اقدام ڈاکٹر قدیر خان کو امریکی تحویل میں دیئے جانے کے مترادف ہوگا۔پاکستانی عوام ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کی بیماری کو ابھی تک کسی سازش کا حصہ نہیں سمجھتے۔عوام صدر مشرف سے یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ ان کے مرض (پراسٹیٹ کینسر) کی تشخیص کو بیرون ملک منتقلی کا عذر نہیں بنایا جائے گا۔ پاکستانی قوم ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی علالت پر دل گرفتہ ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ محسن قوم کو اپنے ملک میں ہی علاج کی اعلیٰ ترین سہولیات کی فراہمی بہر طور ممکن بنائی جائے اور اب ان پر حقیقی معنوں میں معافی کا اطلاق بھی ہونا چاہئے۔ڈاکٹر صاحب کی نظر بندی ختم کر کے انہیں ایک عام آزاد پاکستانی کی طرح جینے کی اجازت ملنی چاہئے۔پاکستان کے عوام ڈاکٹر عبدالقدیر پر لگائے گئے الزامات کو حکومتی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتے ان کے جذبوں اور ان کی سوچوں کا محور قطعی الگ ہے۔ان کے ذہنوں میں اپنے محسن کا مقام و مرتبہ وہی ہے جو ۲۸ رمئی ۱۹۹۸ء کو چاغی کے پہاڑوں میں ۷ رایٹمی دھماکوں کے بعد ہمیشہ کے لئے ان کے دل و دماغ پر نقش ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی بیماری کی خبر نے اہل وطن کو مضطرب کر رکھا ہے وہ ان کی تصویریں اٹھائے دیوانہ وار ان کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہیں۔ڈاکٹر عبدالقدیر روزِ اوّل سے پاکستانی قوم کے ہیرو تھے اور آج بھی ہیں۔کسی بھی قسم کے الزامات و اتہامات کی گرد عقیدت و احترام کے ان گہرے نقوش کو ہرگز نہیں مٹا سکتی اور نہ ہی عوام کا دلی رشتہ کسی طور اپنے محسن سے توڑا جا سکتا ہے۔ڈاکٹر عبدالقدیر کے نام قوم کا یہ پیغام ہے کہ ہم ہر لمحہ آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی صحت و سلامتی اور درازئ عمر کیلئے دعا گو ہیں۔